نونہال ادب ۔ علم و ادب کے میدان میں ہمدرد کی نہایت پُرخلوص خدمت

سمندر کی تہ میں

تحریر : جولیس ورن

ترجمہ : ثریا فرخ

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

سمندر کی تہ میں

۱۸۶۶ء کی بات ہے، جب ملاحوں میں اس ہیبت ناک چیز کا چرچا شروع ہوا۔ کچھ ہی دنوں میں ساری دنیا میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ سمندر میں کوئی خوفناک "بلا" دیکھی گئی ہے۔ یہ بلا مچھلی کی طرح تھی۔ کوئی تین سو فیٹ لمبی اور اچھی خاصی چوڑی۔ یہ "چیز" وہیل مچھلی سے کہیں بڑی تھی۔

ہم نے بھی اسے اپنے جہاز سے دیکھا تھا۔ ایک اور جہاز سے بھی وہ دیکھی گئی۔ رات کے اندھیرے میں وہ چمک رہی تھی۔ ایک اور جہاز کے ملاحوں نے بتایا کہ اس کی بہت لمبی سی ناک ہے، مگر ایک بات سب نے نوٹ کی۔ وہ یہ کہ "بلا" کی رفتار حیرت انگیز طور پر تیز تھی۔

سب سے پہلے امریکیوں نے اپنا جہاز "ابراہام لنکن" کیپٹن فراگٹ کی قیادت میں اس سمندری بلا سے مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا۔ میں خود اس جہاز میں سوار تھا۔ میں ایک سائنس کانفرنس میں شرکت کے لیے نبراسکا گیا تھا اور اب واپس اپنے وطن فرانس جا رہا تھا۔

میرا نام پروفیسر پیرا ایرونا ہے۔ میں پیرس میں نیچرل ہسٹری پڑھاتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں نے کئی کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں "سمندر کے راز" بہت ہی مشہور کتاب ہے۔ ہر شخص یہ جاننے کے لیے بے قرار تھا کہ میں اس سمندری بلا کے بارے میں کیا جانتا ہوں۔ میرا اپنا خیال یہ تھا کہ یہ بلا ایک قسم کا سمندری گھوڑا ہے۔ ۲؍جولائی کو ہمیں خبر ملی کہ وہ

"چیز" بحرالکاہل میں دیکھی گئی ہے۔ کیپٹن فراگٹ کے پاس اب صرف چوبیس گھنٹے تھے۔ وہ اگلے دن اس بلا کو پکڑنے کی مہم پر روانہ ہونے والے تھے۔ صبح صبح مجھے امریکی بحریہ کی طرف سے ایک خط ملا جس میں مجھے ہدایت کی گئی تھی کہ میں کپتان فراگٹ کے ساتھ جاؤں۔

میں نے اپنے نوکر کو بلایا اور اسے کہا کہ جلدی سے میرا سامان تیار کردے۔ کہاں تو میں پیرس جانے کو تیار تھا اور کہاں اب بحرالکاہل کی طرف روانگی تھی۔ اس سمندری گھوڑے کا پیچھا کرنا، فرانس جانے سے کہیں زیادہ دلچسپ تھا۔

۲

چار ماہ گزر گئے۔ یہ نومبر کی بات ہے۔ میں ابراہام لنکن کے عرشے پر کھڑا سمندر کا نظارہ کر رہا تھا۔ ہم لوگ جاپان سے کوئی دو سو میل کے فاصلے پر تھے۔ شام ہو چکی تھی میرا ملازم کونسیل بھی میرے ساتھ تھا۔ اچھا خدمت گار بھی اللہ کی نعمت ہوتا ہے۔ کونسیل بہت اچھا خدمت گار تھا۔ کبھی اس نے کسی بات کو منع نہیں کیا۔ ہر حکم پر وہ "بہت اچھا جناب" کہتا اور حکم بجا لاتا۔

وہ ہر وقت خوش رہتا۔ ناراض اور غمگین ہونا تو اس نے سیکھا ہی نہ تھا۔ مگر آج تو وہ بھی کچھ اداس نظر آ رہا تھا۔ اس لیے کہ آج سمندر میں ہماری آخری رات تھی۔ اگر آج ہم اس سمندری گھوڑے کو دیکھنے میں ناکام ہو گئے تو پھر کبھی نہ دیکھ پائیں گے۔ اس لیے کہ اب کیپٹن فراگٹ نے واپسی کا ارادہ کر لیا تھا اور وہ کل یہاں سے روانہ ہونے والا تھا۔

جب ہم نیویارک سے چلے تھے تو کس قدر پُرامید اور خوش تھے اور آج ہم کس قدر اُداس تھے! اس سے قبل ہر شخص جو کہ اس جہاز پر تھا اپنے آپ کو خاصا اہم سمجھ رہا تھا اور کیوں نہ سمجھتا جب کہ ہر شخص اپنے خیال میں دنیا کو ایک "بلا" سے نجات دلانے جا رہا تھا۔

چلتے وقت سوائے دو آدمیوں کے ہر شخص ہی پُرجوش تھا۔ ان دو آدمیوں میں سے ایک تو کونسیل تھا، اور دوسرا نیڈ، جو ہارپون سے مچھلی کا شکار کرتا تھا۔ اس نے ایک مرتبہ اپنے

ہارپون سے وہیل مچھلی کو ہلاک کیا تھا۔ وہ بہت بہادر آدمی تھا۔ اس کا جسم گٹھیلا اور مضبوط تھا اور اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔ صورت سے تو وہ کچھ چڑچڑا لگتا تھا، لیکن اصل میں وہ بہت ہی نرم دل انسان تھا۔ میری اس سے اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی۔ غالباً اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو گی کہ وہ میرا ہم وطن تھا۔ نیڈ کو سمندری بلا پر یقین ہی نہ تھا۔

"وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ ہوا؟" میں نے کونسیل سے کہا۔ "ہم جب واپس لوٹیں گے تو لوگ ہمارا مذاق اُڑائیں گے۔"

کونسیل جواب دینے ہی والا تھا کہ اچانک نیڈ چیخا:

"وہ دیکھو! وہ سمندری بلا ہے۔"

جہاز کا سارا عملہ نیڈ کی طرف دوڑا۔ بے شک وہ سمندری گھوڑا ہی تھا۔ پانی میں اس جانور کا جسم چمک رہا تھا۔ یہ بے حد بڑا جانور تھا اور سیدھا ہماری طرف آرہا تھا۔

"ہمیں اس سے بچنا چاہیے۔" کپتان فراگٹ نے کہا۔ "رات میں لڑنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں صبح کا انتظار کرنا ہو گا۔"

جہاز کا سارا عملہ رات بھر جاگتا رہا۔ سونے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہم ساری رات اس جانور کے سانس لینے کی آواز سنتے اور پانی کے نیچے اس کا بدن چمکتے دیکھتے رہے۔

صبح ہوتے ہی کپتان فراگٹ نے حملے کا حکم دیا۔ کیا زبردست جنگ تھی! وہ سمندری جانور اس قدر تیز تھا کہ ہم نے اپنی رفتار پندرہ ناٹ سے اٹھارہ ناٹ تک کر دی۔ وہ بلا جب ہمارے جہاز کے بالکل قریب آگئی تو کپتان نے گولہ باری کا حکم دیا، مگر ہمارے گولوں کا اُس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ خاصی دیر تک، گولہ باری جاری رہی۔ اب رات ہو گئی تھی اور سمندر پر اندھیرا چھا گیا تو ہم نے اس کا پیچھا کرنا ترک کر دیا۔

رات کے دس بج کر پچاس منٹ پر اس جانور کی تیز روشنی پھر نظر آئی۔ اب یہ حملے کا بالکل صحیح وقت تھا، کیوں کہ جانور اس وقت تھک کر یا تو آرام کر رہا تھا یا سو رہا تھا۔

نیڈ نے ہارپون اٹھایا۔ ہم اس کے قریب آگئے۔ پھر نیڈ نے ہاتھ بلند کر کے پوری طاقت سے اُس جانور پر اپنا ہارپون پھینکا۔ میں نے جھنجھناہٹ کی آواز سُنی۔ جانور کی روشنی غائب ہو گئی اور اس نے ہمارے جہاز پر پانی کی دو زبردست دھاریں پھینکیں۔ جہاز کو زوردار جھٹکا لگا اور میں سمندر میں گر پڑا۔

جب مجھے ہوش آیا تو میں نے خود کو ایک سخت اور ٹھنڈی چیز پر لیٹا پایا۔ نیڈ میرے سامنے کھڑا تھا اور کونسیل بھی موجود تھا۔

"تم نے دیکھا پروفیسر! میرے ہارپون نے اس جانور پر اثر نہیں کیا۔ یہ جانور فولاد کا بنا ہوا ہے۔" نیڈ نے کہا۔

میں ایک دم سے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ ہم سمندری بلا کی پیٹھ پر تھے۔ لیکن یہ "بلا" ایک آبدوز تھی۔

"کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"اس آبدوز نے پانی کی جو دھار ماری تھی اس سے ہم تینوں جہاز پر سے پانی میں گر گئے، ہمارا جہاز آگے نکل گیا اور ہم آبدوز پر آ گئے۔" کونسیل نے کہا۔

اتنے میں ایک کھٹکا ہوا۔ آبدوز کے اوپر کا ڈھکنا کھُلا اور آٹھ لمبے چوڑے آدمی اُوپر آئے اور کچھ کہے سنے بغیر وہ ہمیں گھسیٹ کر آبدوز کے اندر لے گئے۔ انھوں نے ہمیں ایک چھوٹے سے کمرے میں بند کر دیا۔ گھنٹوں کے بعد دروازہ کھُلا۔ دو آدمی اندر آئے۔ ان میں سے ایک آبدوز کا کپتان نظر آتا تھا۔ وہ ایک لمبا چوڑا خوب صورت سیاہ آنکھوں اور سیاہ بالوں والا آدمی تھا۔ اس کے چہرے پر بڑا وقار تھا۔ کمرے میں آنے کے بعد اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ کچھ لوگ آئے اور ہمارے لیے خشک لباس رکھ گئے۔ یہ لباس نرم اور عمدہ کپڑے کے بنے ہوئے تھے۔ پھر کچھ اور لوگ آئے۔ انھوں نے کچھ کرسیاں اور ایک میز کمرے میں رکھ دی۔ پھر ایک آدمی کھانا لے آیا اور میز پر لگا دیا۔ کھانا چاندی کی پلیٹوں میں تھا ہر پلیٹ پر "این" لکھا تھا ہم تینوں کھانے پر ٹوٹ پڑے اور خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ زیادہ تر چیزیں ایسی تھیں جو ہم نے پہلے کبھی نہیں کھائی تھیں۔ "ہم کہاں ہیں ؟" کھانا کھا چکنے کے بعد ہم نے سوچنا شروع کر دیا۔ یہ کپتان کون ہے ؟ اس کا تعلق کس ملک سے ہے۔

کپتان اور اس کے ساتھی ایسی زبان میں گفتگو کر رہے تھے جو ہمارے لیے قطعی اجنبی تھی، پھر وہ لوگ ہماری زبان بھی نہیں سمجھ پا رہے تھے۔ اچانک کپتان نے مجھ سے فرانسیسی زبان میں باتیں شروع کر دیں۔

"مجھے تم تینوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے ؟ تم لوگ بہرحال ہم پر حملہ آور ہوئے تھے اس لیے ہمارے دشمن ہوئے۔ میں تم تینوں کو پانی میں غرق کر سکتا ہوں اور مجھے اس کا حق بھی ہے۔" اس نے کہا۔

"مگر ایک مہذب دنیا کے مہذب انسان کو دوسروں کو اس طرح ڈبونے کا کوئی حق نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تم سے کس نے کہہ دیا کہ میں مہذب دنیا کا مہذب شہری ہوں۔ میں نے تمھاری جھوٹی دنیا کو چھوڑ دیا ہے اور میں اب ہمیشہ ہمیشہ سمندر کی گہرائیوں میں رہوں گا۔ میں اپنے قانون خود بناؤں گا۔" وہ بولا۔

وہ خاصا غصّے میں تھا۔ مجھے یقین ہو چلا تھا کہ ماضی میں اس کے ساتھ خاصا بُرا سلوک کیا گیا ہے۔ جبھی وہ دنیا والوں سے اتنی نفرت کرتا ہے۔

"لیکن" اس نے تھوڑی دیر رُک کر پھر کہنا شروع کیا۔ "تم اگر وعدہ کرو کہ کچھ چیزیں جو ہم تم سے چُھپائیں گے۔ انھیں دیکھنے کی کوشش نہ کرو گے تو تم کو آزادی ہوگی کہ آبدوز میں جہاں چاہو گھومو پھرو، یعنی تم آزاد ہو گے۔"

"تم ہمیں یورپ لے جاؤ گے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں" وہ چیخا۔ "ہرگز نہیں۔ تم ساری زندگی اس آبدوز سے نہیں جا سکتے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم ہمیں آزاد نہیں کرو گے۔ تم ہمیں صرف موت اور زندگی میں سے ایک کو چُننے کا موقع دے رہے ہو۔" میں نے کہا۔

"تم کو یہ جہاز اِتنا بُرا نہیں لگے گا پروفیسر ایرونا!" وہ بولا۔ پھر کہنے لگا۔ "میں تمھیں جانتا ہوں۔ میری لائبریری میں تمھاری کتابیں ہیں۔ مگر پروفیسر! اب ایک نئی دنیا تمھارے سامنے ہے۔ ہم سمندر کی تہ میں دنیا کے ہر سمندر کو کھنگالیں گے۔ تمھیں تو میرا شکریہ ادا کرنا چاہیے، میں تمھیں وہ کچھ دکھاؤں گا جو آج تک دنیا میں کسی نے نہیں دیکھا ہے۔"

مجھے یہ کہنے میں کوئی ڈر نہیں کہ کپتان کے یہ الفاظ جادو کا سا اثر رکھتے تھے۔ ایسی دنیا کو جہاں میں کبھی نہ گیا، دیکھنا میری تمنا تھی۔ یہ میرے لیے ایک سنہری موقع تھا۔ اس سفر کے بعد میں ایسی کتاب لکھتا، جو صدیوں تک میرا نام زندہ رکھتی۔

"تمھارا نام کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تمھارے لیے میں کیپٹن نیمو ہوں اور میرے جہاز کا نام "ناٹیلس" ہے۔ آؤ میں تمھیں اپنا جہاز دکھاؤں۔"

ہمارے پاس اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ خاموشی سے اس کے پیچھے چلیں۔

جہاز کے اگلے حصّے میں کیپٹن نیمو رہتا تھا۔ درمیان والے حصّے میں سب سے پہلے کھانے کا کمرا تھا۔ کھانے کے کمرے کے سامنے ایک خاصی بڑی لائبریری تھی۔ اس میں بارہ ہزار سے زیادہ کتابیں تھیں، جن میں سے سیکڑوں کتابیں سمندر کے علم سے متعلق تھیں۔ سمندر کی گہرائیوں میں یہ ایک بہت بڑا خزانہ تھا۔

اگلا کمرا عام نشست کا کمرا تھا اور یہ خاصا بڑا بھی تھا۔ اس کمرے کی دیواروں میں کچھ ڈائیل اور کچھ گھڑیاں سی لگی تھیں۔ ان کی مدد سے وہ ہر وقت جہاز کی نگرانی کرتا رہتا تھا۔ یہ کمرا ایک عجائب خانہ تھا۔ دیواروں پر قیمتی اور خوب صورت تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ ایک کونے میں بڑا سا پیانو رکھا تھا۔ جس کے اوپر بریکٹ میں موسیقی سے متعلق کتابیں رکھی تھیں۔ اور ان سب سے بڑھ کر اس کمرے میں ایک شیشے کے کیس میں طرح طرح کے پتھر، خوب صورت گھونگے اور قیمتی جواہرات اور موتی رکھے تھے۔

اس کمرے کے بعد میرا کیبن تھا۔ یہ بھی ایک بڑا اور آرام دِہ کمرا تھا۔ کیپٹن نیمو کا بیڈ روم اس سے ملا ہوا تھا۔ اس کے بیڈ روم میں بھی بہت سے ڈائیل، سوئچ اور میٹر لگے ہوئے تھے۔

ہم ایک لمبے ہال سے گزرتے ہوئے واپس جہاز کے وسط میں آ گئے۔ درمیان میں ایک بڑا سا کنواں سا تھا۔ اس پر سیڑھی لگی تھی۔

"یہ سیڑھی اوپر ایک چھوٹے سے کمرے تک جاتی ہے۔" کپتان نے سیڑھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس کے اندر ایک چھوٹی کشتی اور چپّو ہیں۔ جب کبھی میرا دل کھلے سمندر میں جانے کو چاہتا ہے، میں اس کمرے کی چھت کھول دیتا ہوں اور اس چھوٹی سی کشتی کے ذریعے باہر سمندر کی سطح پر چلا جاتا ہوں۔"

سیڑھیوں کے بالکل پیچھے ایک اور چھوٹا سا کیبن تھا۔ یہ کونسیل اور نیڈ کا کیبن تھا۔ اس سے آگے باورچی خانہ، غسل خانے، گودام اور پانی کی ٹنکیاں تھیں۔ اور اس کے بعد عملے کے لوگوں کے کیبن تھے۔ جہاز کے آخری حصّے یعنی دُم پر جہاز کا انجن تھا۔

"ناٹیلس" پوری طرح بجلی سے چلتا تھا۔ یہ اس بجلی سے زیادہ طاقت ور تھی جو ہم زمین پر استعمال کرتے ہیں۔ بجلی سے ہی اس کے انجن چلتے، بجلی ہی سے جہاز میں روشنی ہوتی تھی، کھانا بھی پکتا تھا اور کمرے گرم رکھے جاتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ ہمیں تازہ ہوا بھی مہیا کی جاتی تھی۔

"ناٹیلس" بالکل مچھلیوں کی طرح سانس لیتی تھی۔ یہ سمندر میں اوپر سطح تک اُٹھ جاتی پھر اس کی ٹنکیوں میں ہوا بھر جاتی، اتنی ہوا کہ تین دن تک بغیر اُوپر آئے آرام سے نیچے رہا جا سکتا تھا۔

کیپٹن نیمو نے ہمیں بتایا کہ اس نے کس طرح یہ آب دوز جہاز تیار کیا۔ جہاز کا ہر حصّہ

الگ الگ مختلف ملکوں میں تیار ہوا۔ پھر سارے حصّے بحرالکاہل کے ایک جزیرے میں لاکر جمع کیے گئے اور پھر وہاں انھیں جوڑ کر جہاز تیار کیا گیا۔

"تم تو یقیناً بہت امیر ہوگے۔" میں نے کہا۔

"ہاں، تمھاری توقع سے بھی زیادہ پروفیسر۔!" اس نے کہا۔ ہم تینوں حیرت سے اس کا منھ تک رہے تھے۔

پورا جہاز دکھانے کے بعد کیپٹن نیمو ہمیں عرشے پر لے گیا۔ پھر اس نے جہاز کی پوزیشن دیکھی۔ ہم جاپان سے تقریباً تین سو میل کے فاصلے پر تھے۔

۷ر نومبر ۱۸۶۷ء کو ہمارے اس عجیب و غریب سفر کا آغاز ہوا۔

۳

ہم نیچے آئے تو ہمیں محسوس ہوا کہ "ناٹیلس" نے غوطہ لگایا ہے۔ ہم حیران بھی تھے اور پریشان بھی۔ سارا دن ہم اسی کپتان کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ یہ کون ہے؟ اس کا کیا قصّہ ہے؟ جب یہ اتنا مال دار تھا تو اس نے دنیا کیوں چھوڑ دی؟ پھر اس کا نام بھی بڑا عجیب سا ہے۔ "نیمو"۔ اٹلی کی زبان میں اس لفظ کے معنی ہیں "کوئی نہیں"۔

"وہ دیکھو۔" اچانک کونسیل زور سے چیخا۔ "دیوار سرک رہی ہے۔"

واقعی سامنے کی دیوار سرک رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں سامنے کی دیوار دو حصوں میں ہوکر ایک ایک طرف کو سرک گئی۔ دیوار کے پیچھے شیشے لگے ہوئے تھے۔ ہم اس سے ایک میل دُور تک سمندر دیکھ سکتے تھے۔ ناٹیلس کی تمام بتیاں روشن تھیں جن سے سمندر صاف نظر آرہا تھا۔

"دیکھو، وہ دیکھو، کتنی بڑی مچھلی!" کونسیل نے ایک بڑی سی مچھلی کی طرف اشارہ کیا۔ "یُوں لگ رہا ہے جیسے ہم ایک بڑے مچھلی گھر (ایکوریم) کے سامنے بیٹھے ہیں۔"

"نہیں، وہ مچھلیاں تو آزاد ہیں۔ جیسے ہوا میں اڑتے پرندے۔ قید خانے میں تو ہم ہیں۔"

ہم تقریباً دو گھنٹے تک اس سمندری "مچھلی گھر" کو دیکھتے رہے۔ سمندری جانوروں اور مچھلیوں کے غول کے غول ہمارے جہاز کے ساتھ چل رہے تھے۔ کتنا حیرت انگیز تھا یہ منظر! میری نظروں کے سامنے سے ہزاروں قسم کی مچھلیاں گزر رہی تھیں۔ "کیسی حیرت انگیز کتاب تیار ہوگی۔" میں نے دل میں کہا۔

اچانک بتّیاں بجھ گئیں اور دیواریں سرک کر اپنی جگہ واپس آگئیں۔ تماشا ختم ہوگیا!

ایک ہفتہ اور گزر گیا۔ اس پورے ہفتے کپتان نیمو زیادہ تر اپنے کمرے میں رہا اور ہماری اس سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔

ہر صبح جہاز کے عملے کا ایک آدمی آتا اور دیوار پر لگے ایک نقشے پر جہاز کی پوزیشن کا نشان لگا جاتا جس سے ہمیں پتا چل جاتا کہ ہم کس سمت میں سفر کر رہے ہیں۔

جب بھی جہاز اپنی ٹنکیوں میں ہوا بھرنے یا یوں کہیے کہ سانس لینے کے لیے سمندر کی سطح پر اُٹھتا، میں عرشے پر آجاتا۔ میرے عرشے پر جانے کے ساتھ ہی عملے کے بھی کچھ لوگ اوپر آجاتے
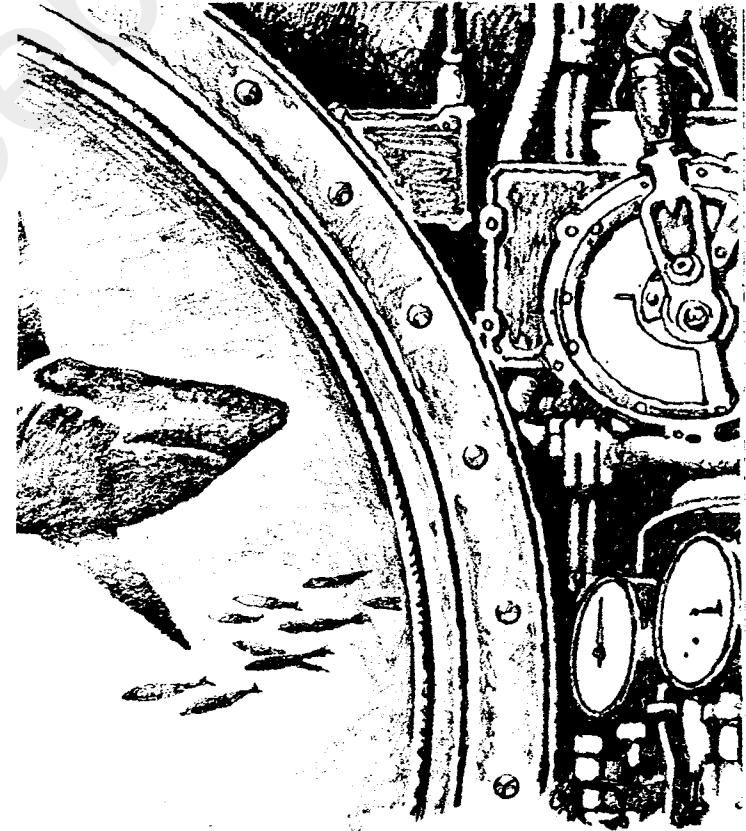
اور آپس میں کسی اجنبی زبان میں باتیں کرتے۔

ہم مستقل جنوب مشرق کی سمت سفر کر رہے تھے۔ ۲۷ر نومبر کو ہم جزیرۂ ہوائی سے گزرے اور ۴ر دسمبر کو ہم مارکوئس آئی لینڈ پہنچ گئے۔ ۱۱ر دسمبر کو ہمارا جہاز جزیرہ ٹومیٹو سے گزرا۔

اب ہم نے خط جدی پار کر لیا تھا اور جہاز نے اپنا رُخ بدل لیا تھا۔ اب ہم شمال مغرب کی سمت سفر کر رہے تھے۔ یہاں بحرالکاہل کے بہت سے جزیروں سے ہوتے ہوئے ہم جنوبی بحرالکاہل میں آگئے۔

۴ر جنوری کو ہم پاپوا، نیوگنی کے ساحل سے گزرے۔ وہاں کپتان نے مجھے بتایا کہ ہم بحر ہند کی طرف جا رہے ہیں اور آبنائے ٹورس سے گزریں گے۔

نیڈ یہ سن کر خوش ہو گیا۔

آبنائے ٹورس پاپوا نیوگنی اور اوسٹریلیا کے درمیان گزرگاہ ہے۔ اس طرح ہم یورپ سے قریب ہو جائیں گے اور شاید ہمیں فرار ہونے کا موقع مل جائے، مگر مجھے اس میں شبہ تھا۔

میں نے بھی سن رکھا تھا کہ آبنائے ٹورس ایک خطرناک راستہ ہے اور اس خطرناک راستے میں بہت سے جہاز ڈوب چکے ہیں۔ کیا ناٹیلس اس گزرگاہ سے نکلنے میں کامیاب ہو جائے گا؟

شروع میں تو ہم اس سمندر کی تیز موجوں سے گزر گئے۔ مگر پھر ہمارا جہاز کسی چیز سے ٹکرا گیا۔ یہ مونگوں کا جزیرہ تھا جس پر جہاز ٹک گیا تھا۔ تقریبًا دو میل دُور تک یہ جزیرہ نظر آرہا تھا۔ جہاز کو اس ٹکر سے کوئی نقصان تو نہیں پہنچا، لیکن آگے نہ بڑھ سکا۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ ہم ایک اونچی لہر کا انتظار کریں جو ہمارے جہاز کو اٹھا کر یہ جزیرہ پار کرا دے۔ بحرالکاہل میں لہریں زیادہ اونچی نہیں ہوتیں۔ ہمیں پورے چاند کی رات تک انتظار کرنا ہوگا جب پانی کی سطح اتنی بلند ہوگی اور جہاز اوپر اٹھ سکے اور اس میں ابھی پانچ دن باقی تھے۔

نیڈ کو اچانک ایک خیال آیا۔ اس نے کہا "چلو کپتان سے پوچھ کر اُس جزیرے پر چلیں۔ وہاں کچھ سیر بھی کر لیں گے اور جانور بھی مار لیں گے۔ میں تو مچھلیاں اور جھینگے کھا کھا کر تنگ آچکا ہوں۔"

جب نیڈ کے پوچھنے پر کپتان نے ہم لوگوں کو جزیرے پر جانے کی اجازت دے دی تو میں حیران رہ گیا۔ خشکی پر اتنے دن بعد قدم رکھنا ہمارے لیے انتہائی مسرت کا باعث تھا۔ اس

جزیرے میں بہت اونچے اونچے درخت تھے۔ کچھ درخت تو سیکڑوں فیٹ بلند تھے۔ ہم جنگل میں شکار کو چلے گئے۔ نیڈ نے کچھ کنگرو اور جنگلی سوٗر مارے۔ میں نے اور کونسیل نے بطخوں اور تیتروں کا شکار کیا۔

شام چھے بجے تک ہم شکار کرتے رہے اور چھے بجے کے قریب ساحل پر آگئے۔ یہاں ہم نے آگ سلگائی اور تیتر بھون کر کھائے۔ دو ماہ بعد ڈھنگ کا کھانا نصیب ہوا۔

"کیا خیال ہے؟ آج کی رات جزیرے پر ہی بسر کی جائے؟" کونسیل نے پوچھا۔

"اور اس سے بھی اچھی بات یہ کہ ناٹیلس پر کبھی جایا ہی نہ جائے؟" نیڈ نے کہا۔

اسی وقت ایک بہت بڑا پتھر کسی نے ہمارے سامنے پھینکا۔ ہم نے جلدی سے کھڑے ہو کر اپنی بندوقیں سنبھال لیں۔ سیدھے ہاتھ کی طرف کوئی سو گز کے فاصلے پر تقریباً پچاس وحشی تیر کمان لیے کھڑے تھے۔

"بھاگو" میں نے کہا۔ "واپس جہاز پر چلو"

نیڈ نے جلدی سے اپنا شکار کندھے پر رکھا اور بھاگا۔ ہم تیزی سے بھاگتے ہوئے ناٹیلس پر پہنچ گئے۔ میں نے وہاں پہنچتے ہی پھولی ہوئی سانسوں سے کپتان کو بتایا کہ ساحل پر بہت سے وحشی جمع ہیں اور ہم پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔

کپتان مسکرایا "پروفیسر! تمھیں زمین پر حملہ آوروں کے سوا اور ملے گا بھی کیا؟"

"مگر وہ بہت ہیں اور مسلح ہیں۔ وہ ہم پر حملہ کرنے والے ہیں؟" میں نے گھبرا کر کہا۔

کپتان نے ہلکے سے اپنی انگلیاں پیانو پر پھیریں اور پھر بڑے اطمینان سے بولا۔ "اگر اس جزیرے کی ساری آبادی بھی ناٹیلس پر حملہ کر دے تو بھی وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔" یہ کہہ کر وہ پھر پیانو بجانے لگا۔

صبح جب میں سو کر اٹھا تو سب سے پہلے مجھے وحشیوں کا خیال آیا۔ میں فوراً عرشے پر گیا۔ ساحل پر اب بھی کوئی پانچ سو وحشی موجود تھے۔ ان میں زیادہ تر مسلح تھے۔ یہ ہم سے چند گز کے فاصلے پر تھے۔ میں نیچے آگیا۔

کپتان نیمو نے یہ صورت حال دیکھ کر اوپر جانے والے دروازے بند کر دینے کا حکم دیا۔ ۹ جنوری کی رات پورا چاند تھا۔ پانی کی سطح بلند ہو رہی تھی۔ دو بجے کے قریب جہاز اوپر
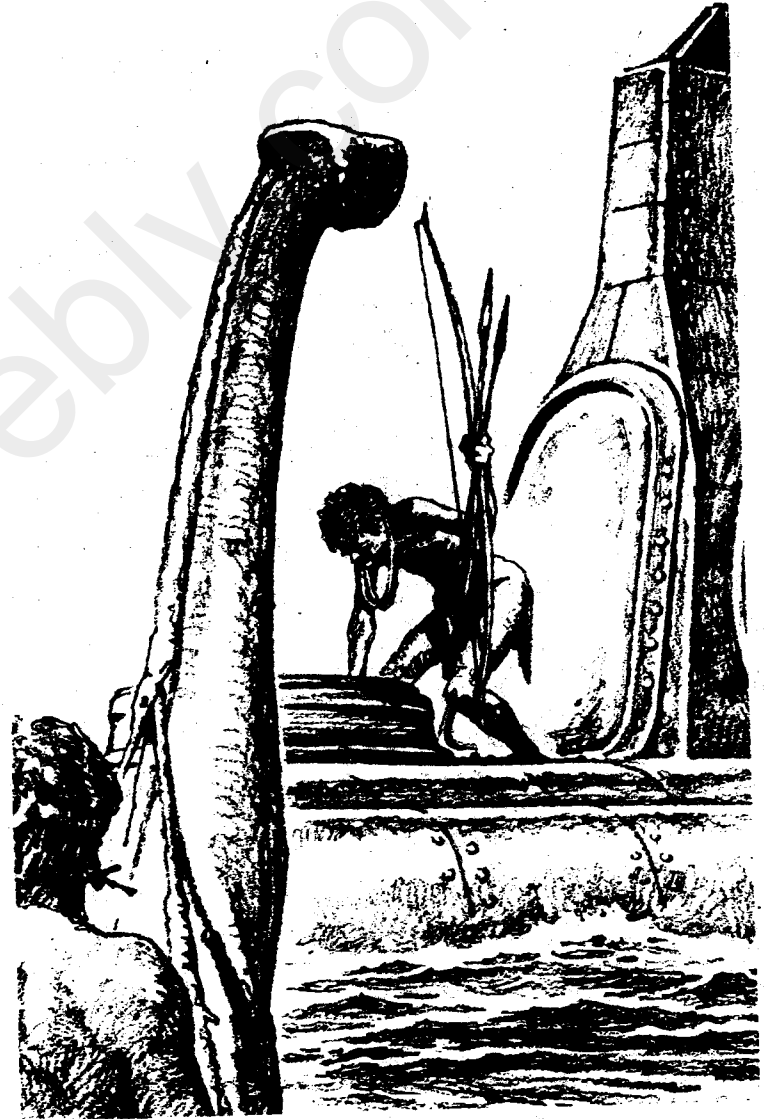
اٹھنا شروع ہوا۔ کپتان نے دروازے کھولنے کا حکم دیا۔ جیسے ہی دروازے کھلے بیس تیس وحشی جہاز پر چڑھنے لگے۔ میں نے بھی اپنی بندوق سنبھال لی۔

لیکن جونہی ایک وحشی نے جہاز کے اندر گھسنے کی کوشش کی، اسے ایک دھکا لگا اور وہ چیختا ہوا باہر نکل کے بھاگا۔ اب میری سمجھ میں آگیا۔ جہاز کے بیرونی حصے پر بجلی کی رَو دوڑا دی گئی تھی۔ کپتان نے صرف ایک بٹن دبایا تھا اور اب کسی کی جرات نہ تھی کہ وہ جہاز کو چھُو سکے۔

جیسے ہی ایک اونچی لہر آئی ناٹیلس اس جزیرے کو پار کر گیا۔ اب ہم خطرات سے محفوظ تھے۔

۴
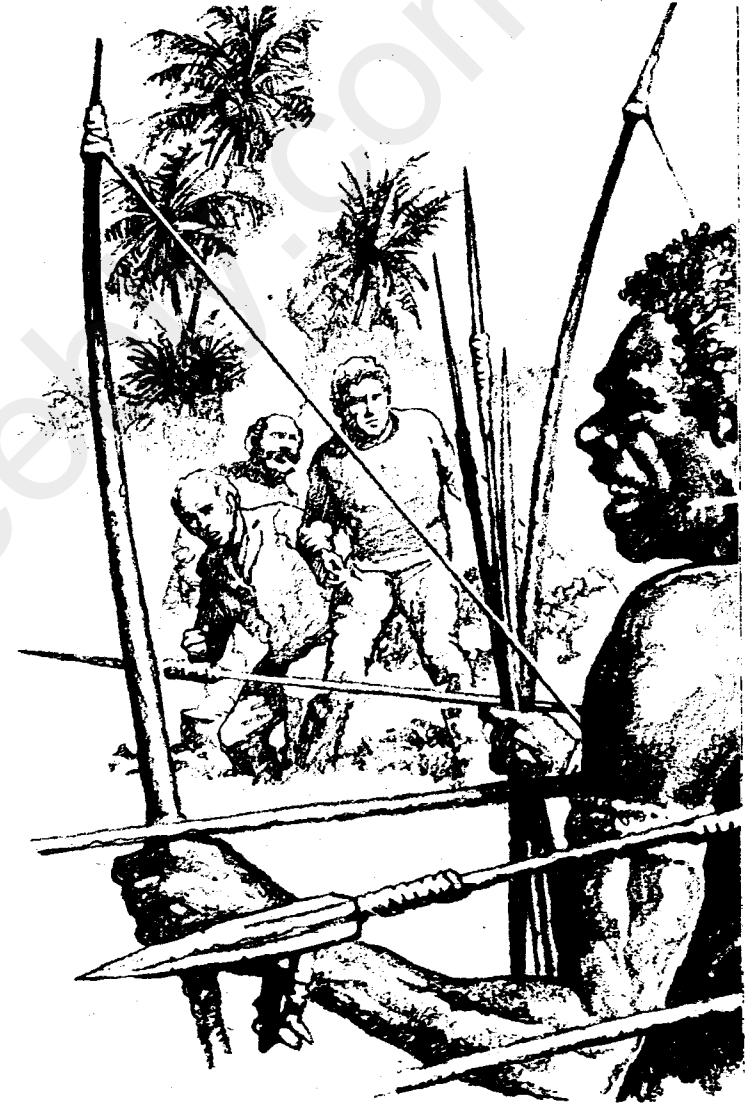
اٹھارہ جنوری کو ہمارا جہاز بحرِ ہند کے وسط میں پہنچ گیا تھا۔ میں تازہ ہوا کھانے کے لیے اوپر گیا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ فوراً ہی جہاز کے عملے کا ایک آدمی بھی اوپر آگیا۔ اس نے سمندر کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ اچانک اس کے چہرے پر خوف کے آثار پیدا ہوئے۔ وہ تیزی سے نیچے گیا۔ کپتان نیمو بھی اس کے ساتھ آگیا۔ اس نے دُوربین لے کر سمندر کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد وہ دونوں تیزی سے باتیں کرنے لگے۔ میں نے سوچا کہ میں بھی تو دیکھوں کہ قصّہ کیا ہے۔ انھوں نے کیا دیکھ لیا ہے جو یوں پریشان ہو رہے ہیں۔ یہ سوچ کر میں نے اپنی دُوربین نکالی اور ابھی آنکھوں سے لگائی ہی تھی کہ کپتان نیمو نے میرے ہاتھ سے چھین لی۔

"معاف کرنا پروفیسر! تم یہ نہیں دیکھ سکتے۔ تم مجھ سے وعدہ کر چکے ہو۔ مجھے تمھیں پھر قید کرنا ہوگا۔"

میں چُپ چاپ نیچے آگیا۔ چار آدمی مجھے، کونسیل اور نیڈ کو ایک چھوٹے سے کمرے میں بند کر کے چلے گئے۔

خاصی دیر بعد کھانا آیا۔ ہم نے کھانا کھا لیا اور چُپ چاپ بیٹھ گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں کونسیل سو گیا۔ اس کے کچھ ہی دیر بعد نیڈ بھی خرّاٹے لینے لگا۔ مجھے بھی جمائیاں آ رہی تھیں اور پلکیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ مجھے اوپر کے دروازے بند ہونے کی آواز آئی اور پھر جہاز نے غوطہ لگایا۔ "یقیناً ہمارے کھانے میں کپتان نے نیند کی دوا ملا دی ہے۔" میں نے سوچا اور پھر غافل ہو گیا۔

کئی گھنٹوں کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں اپنے کمرے میں تھا۔ گویا انھوں نے ہمیں آزاد کر دیا تھا۔ میں پھر عرشے پر گیا۔ کونسیل اور نیڈ پہلے ہی سے وہاں موجود تھے۔

سمندر پُرسکون تھا، سورج چمک رہا تھا۔ کسی غیر معمولی بات کے کوئی آثار نہ تھے۔

شام کو میں اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ کپتان نیمو آگیا۔ وہ بہت اُداس اور تھکا ہوا لگ رہا تھا۔

"پروفیسر! تم کو کچھ تھوڑی بہت ڈاکٹری بھی آتی ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں، کیوں؟ میں پڑھانے سے پہلے پریکٹس ہی کرتا تھا۔"

"تو پھر تم مہربانی کر کے ہمارے آدمیوں کو دیکھ لو۔"

وہ مجھے جہاز کے پچھلے حصّے کی طرف لے گیا۔ وہاں ایک آدمی لیٹا ہوا تھا جس کے سر اور چہرے پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اس آدمی کی عمر کوئی چالیس برس کی ہوگی۔ میں نے پٹی کھول کے دیکھا۔ بے چارے آدمی کا سر بری طرح کچلا گیا تھا۔ پھر میں نے اس کی نبض ٹٹولی۔ وہ ڈوب رہی تھی۔ اس کے ہاتھ ٹھنڈے ہو رہے تھے۔

"اب کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے اور زندہ رہ سکے گا۔"

نیمو کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے کہا، "پروفیسر، مجھے اس کے پاس اکیلا چھوڑ دیجیے۔"

رات کو میں نے سُنا نیمو کے ساتھی کوئی گانا گا رہے تھے۔ شاید یہ موت کا راگ تھا۔

اگلی صبح نیمو نے ہمیں سمندر کی تہ میں چلنے کی دعوت دی۔ ہم نے غوطہ خوری کے لباس پہن لیے اور ہوا کے سلنڈر اپنے ساتھ لے لیے۔ ہمارے ساتھ عملے کے بارہ آدمی بھی تھے۔ ہم تقریباً دو گھنٹے تک سمندر کی تہ میں چلتے رہے، پھر ہم مونگوں کے ایک غار میں پہنچے۔ چلتے چلتے وہ لوگ رُک گئے۔ ان میں سے چار آدمی ایک بڑا سا بنڈل اُٹھائے ہوئے تھے۔ یہ اس آدمی کی لاش تھی جو گزشتہ رات چل بسا تھا۔ پھر دو آدمیوں نے قبر کھودی اور لاش اس میں رکھ دی۔ ہم غم زدہ ناٹیلس میں واپس آگئے۔

۵

ملاح کی موت سے کپتان نیمو کے بارے میں میری رائے بدل گئی تھی۔ میرے دل میں اس کی عزت پیدا ہو گئی تھی، لیکن میں اس سے خوف زدہ بھی تھا۔ وہ کبھی کبھی دوسرے جہازوں پر حملے کرتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ جب ہم سو رہے تھے تو ناٹیلس اور کسی جہاز میں جنگ ہو رہی تھی۔

کپتان نیمو کا طرزِ عمل بھی بدل گیا تھا۔ وہ کبھی کبھی غم گین دکھائی دیتا، لیکن زیادہ تر غصّے میں رہتا۔ اب وہ زیادہ تر وقت اپنے کمرے میں ہی گزارتا۔ کبھی کبھی تو میں اسے کئی دن تک نہ دیکھ پاتا۔

۲۸ر جنوری کو بحرِ ہند میں سفر کرتے کرتے ہم سیلون پہنچ گئے۔ یہ جزیرہ اپنے موتیوں کے لیے مشہور ہے۔ ایک دن کپتان نیمو نے مجھے بتایا کہ غوطہ خور موتیوں کے لیے جب غوطہ لگاتے ہیں تو وہ ایک لمبی رسی سے بندھے ہوتے ہیں جس کے دوسرے سرے پر بھاری پتھر ہوتے ہیں جو کشتی سے بندھے رہتے ہیں۔ غوطہ خور آدھے منٹ میں باہر آجاتے ہیں۔ ان بے چاروں کو ایک پیٹی فی موتی ملتی ہے۔

"صرف ایک پیٹی فی موتی؟ یہ تو بہت بُری بات ہے۔ موتیوں کے تاجر تو بہت امیر ہوتے ہیں اور موتیوں کی قیمت بھی بہت ہوتی ہے۔" میں نے کہا۔

اگلی صبح کپتان نیمو ہمیں ایک چھوٹی سی کشتی میں بٹھا کر موتیوں کی تلاش میں نکلا۔ صبح چھے بجے ہم نے کشتی کا لنگر ڈالا اور غوطہ خوری کے سوٹ پہن کر سمندر میں اُتر گئے۔ کپتان خفیہ راستے سے ہمیں ایک غار میں لے گیا جہاں بہت بڑی بڑی سیپیاں پڑی تھیں، ان میں ایک بڑی سیپی کو جب اس نے کھولا تو ایک موتی ملا جو ناریل کے برابر تھا۔ یہی ایک

موتی دس ملین فرانک کا ہوگا۔ میں نے سوچا!" اُف اللہ! نیمو کے پاس کتنا خزانہ ہوگا!"

غار سے نکل کر ہم نے نیمو کے پیچھے پیچھے ایک طرف چلنا شروع کر دیا۔ کچھ دیکھ کر اچانک نیمو رُکا اور ہمیں ایک چٹان کے پیچھے چھُپنے کا اشارہ کیا۔ یہ ایک ہندستانی غوطہ خور تھا۔ اس نے ایک چھوٹے سے تھیلے میں سیپیاں رکھیں اور تیر کر اوپر سطح سمندر پر چلا گیا۔ اس نے اس طرح کوئی دس مرتبہ غوطہ لگایا۔ اچانک اس نے خوف سے اوپر کی طرف دیکھا۔ ایک شارک مچھلی اس کی طرف آرہی تھی۔ اس کا خوفناک مُنہ کھلا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ شارک اس کی طرف لپکی۔ غوطہ خور نے ایک طرف کو چھلانگ لگائی۔ شارک کا نشانہ خطا گیا، مگر شارک کے دُم سے ٹکرا کر وہ نیچے گر گیا۔ کپتان نیمو تیزی سے آگے آیا اور اس نے ایک چاقو نکال کر شارک پر حملہ کر دیا۔ شارک کے خون سے سمندر کا پانی سرخ ہو گیا۔ شارک اپنا منہ کھول کر تیزی سے نیمو کی طرف پلٹی۔ لگتا تھا کہ نیمو کا آخری وقت آگیا، مگر نیمو نے بجلی کی سی تیزی سے پلٹ کر اپنا ہارپون شارک کے سینے میں اُتار دیا۔ چند ہی سیکنڈ میں شارک مر گئی۔

غوطہ خور کی رسی ہم نے کاٹ دی اور اسے اس کی کشتی تک پہنچا دیا۔ غوطہ خور ہوش میں آگیا۔ کپتان نے اسے پورا تھیلا موتیوں سے بھرا ہوا دیا۔ اس نے ہمارا اس قدر شکریہ ادا کیا کہ ہم شرمندہ ہونے لگے۔

سیلون سے چل کر ہم بحیرۂ عرب میں آگئے اور خلیج عمان سے گزرتے ہوئے جنوب مشرق کی طرف مڑ گئے۔ اب ہم ساحلِ عرب کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ جیسے جیسے ہم آگے بڑھ رہے تھے نیڈ کی بے قراری بھی بڑھ رہی تھی۔ ہمیں کچھ شہروں کے مینار اور گنبد بھی نظر آتے اور کئی جہاز بھی۔ ان میں فرانسیسی، ڈچ اور انگلش جہاز بھی تھے۔ یہ جہاز مصر، ہندوستان اور آسٹریلیا کو جارہے تھے۔

نیڈ نے جہاز سے بھاگنے کا پورا منصوبہ بنالیا تھا۔ اب ہمیں صحیح وقت اور موقع کا انتظار تھا۔ ہمارا منصوبہ یہ تھا کہ ہم چھوٹی کشتی کو سمندر پر لے جائیں گے اور پھر اس میں بیٹھ کر ساحل تک پہنچ جائیں گے۔

فروری کی ۷ تاریخ کو نیمو نے ناٹیلس کو بحیرۂ احمر میں لے جانے کا حکم دیا۔ ہم مصر کی طرف جارہے تھے اور لمحہ بہ لمحہ ہم یورپ سے قریب ہوتے جارہے تھے۔ لیکن اب تک وہ موقع ہمیں نہ مل سکا تھا جس کی ہم تلاش میں تھے۔

ایک دن میں نے کپتان نیمو سے پوچھا: "ہم کہاں جارہے ہیں؟"

"کیوں؟ اس نے کہا، "ہم یورپ جارہے ہیں۔ کل ہم بحیرۂ روم میں ہوں گے۔"

مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بحیرۂ احمر کو بحیرۂ روم سے الگ کرتا ہے، مگر کپتان نے اس میں سے گزرنے کے لیے ایک راہ نکال لی تھی۔

"یہ ایک خفیہ راستہ ہے۔ میں اسے عربی میں سرنگ کہتا ہوں۔" کپتان نے کہا۔

ہم بحیرۂ احمر کے شمالی حصے میں پہنچ گئے۔ پھر جہاز نے غوطہ لگایا۔ نیچے نیچے، بہت نیچے۔ ایک تنگ سا راستہ تھا۔ ناٹیلس اس میں سے گزر گیا۔ سمندر کا شور ہمیں صاف سنائی دے رہا تھا۔ بحیرۂ احمر کا پانی بحیرۂ روم کے پانی سے مل رہا تھا اور اسی پانی میں ہمارا جہاز تیر رہا تھا۔

پچیس منٹ میں ہم اس سرنگ کو پار کر گئے۔ اب ہم بحیرۂ روم میں تھے۔ اب بھی جہاز گہرے پانی میں تھا۔ ہمارے بھاگ نکلنے کا کوئی موقع نظر نہیں آرہا تھا۔ میں اس صورت حال سے بڑا پریشان تھا۔

جس سمندر میں ہم سفر کر رہے تھے اس کی لہریں فرانس کے ساحل سے ٹکرا رہی

تھیں۔ یہ میرا وطن تھا، آزاد، لیکن میں قید میں تھا۔

۱۴ فروری کو ہم جزیرۂ کریٹ کے قریب پہنچ گئے۔ میں نے یہ رات کپتان نیمو کے ساتھ گزاری۔ وہ تقریباً ساری رات ٹہلتا رہا۔ وہ خاصا پریشان نظر آرہا تھا۔ پھر اس نے اس کمرے کی دیواریں سرکا دیں۔ شیشے سے سمندر صاف نظر آرہا تھا۔ اسی دوران ایک غوطہ خور نظر آیا۔ نیمو نے اسے ہاتھ ہلایا اور بولا، "یہ نکولس ہے۔"

پھر اس نے ایک الماری کھولی۔ یہ الماری سونے سے بھری ہوئی تھی۔ اس میں سے اس نے سونے کی اینٹیں نکالیں اور ایک چھوٹا سا بکس ان اینٹوں سے بھر دیا۔ پھر اس نے اپنے دو آدمیوں کو یہ بکس دیا کہ اسے لے جائیں۔ یہ سونا کہیں پہنچانا تھا۔ اب نیمو کو جو کام یورپ میں تھا وہ پورا ہو چکا تھا۔ اب ہم بہت تیزی سے مغرب کی طرف سفر کرنے لگے۔ صرف چار روز میں ہم بحرِ اوقیانوس پہنچ چکے تھے۔

اگلے روز ہم نے فرار ہونے کی کوشش کی۔ اس وقت ہم اسپین سے قریب تھے اور یہی موقع تھا کہ جہاز سے نکل بھاگتے۔ کون جانے ہم کل کہاں ہوتے اور بھاگنے کا کوئی موقع بھی ملتا یا نہیں!

ہم نے اپنا منصوبہ مکمل کر لیا تھا۔ ٹھیک نو بجے ہم تینوں کو یعنی مجھے، نیڈ اور کونسیل کو درمیانی کمرے میں ملنا تھا، جس سے اوپر جہاز کی سطح پر جانے والا زینہ تھا۔ ٹھیک نو بجے ایک زور کی آواز آئی اور پھر مکمل خاموشی طاری ہو گئی۔ جہاز کے انجن بند ہو گئے تھے۔ ناٹیلس سمندر کی تہ پر کھڑا تھا۔

کپتان نیمو لائبریری میں آیا۔ اس نے یہ بھی غور نہ کیا کہ میں باہر جانے والے کپڑے پہنے ہوں۔ آتے ہی کہنے لگا، "پروفیسر! تم نے اسپین کی تاریخ پڑھی ہے؟"

میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ میں اسے کیا جواب دوں۔ پھر اس نے مجھے خود ہی ایک لمبی کہانی سُنانی شروع کر دی۔ یہ دولت سے لدے ہوئے ان فرانسیسی جہازوں کے بارے میں تھی جنھیں ڈبو دیا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ مجھے بڑے کمرے میں لے گیا اور دیواروں کو سرکا کر ہٹا دیا گیا۔ اب جو منظر میں نے دیکھا اس سے ساری بات میری سمجھ میں آگئی۔ ہمارا جہاز صاف ریتلی تہ پر کھڑا تھا اور سمندر کی تہ میں ڈوبا ہوا ایک فرانسیسی جہاز تھا۔ ناٹیلس کے عملے کے آدمی اس جہاز کے اندر گھسے پُرانے صندوقوں میں سے خزانہ نکال رہے تھے۔

"اچھا تو یہ تم دوسروں کا مال چُرا رہے ہو!" میں نے کہا۔ "تمھاری دولت مندی کا راز یہ ہے۔"

کپتان نیمو میری یہ بات سُن کر ناراض ہو گیا۔ "کیا تمھارا خیال ہے، یہ دولت میں اپنے لیے لے رہا ہوں؟" وہ غصّے سے بولا۔ "تمھیں معلوم ہے اس دنیا میں کتنے لوگ محتاج ہیں، کتنے لوگوں کو علاج کے لیے پیسہ چاہیے! کتنے لوگ اپنی آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں اور انھیں مدد کی ضرورت ہے! یہ دولت میں ان کے لیے لے جا رہا ہوں۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔"

میں نے کپتان نیمو کو غور سے دیکھا۔ میرے دل میں اس کی قدر بڑھ گئی۔ وہ ایک ایسا انسان تھا جس کے دل میں دوسروں کے لیے درد تھا۔

ہمارے ناٹیلس سے فرار ہونے کا موقع نکل چکا تھا، کیوں کہ ہمارا جہاز اب یورپ سے خاصی دور جنوب مغرب کو سفر کر رہا تھا۔ میرے ذہن کو سکون آگیا اور میں ایک بار پھر سمندری معلومات حاصل کرنے پر توجہ کرنے لگا۔

جب بھی میرا دل چاہتا، بڑے کمرے کی دیواریں سرکا دیتا اور شیشے کی دیواروں سے سمندری جانوروں اور پودوں کا مشاہدہ کرتا رہتا۔ مجھے مچھلیوں کا یوں آزادانہ تیرنا بہت بھلا لگتا۔ میں نے اس سفر میں ہزاروں قسم کی مچھلیاں دیکھیں۔ ان میں کئی قسم کی شارک، سمندری گھوڑے، سنگ ماہی اور سورڈ فش شامل تھیں۔

ایک رات جب ناٹیلس سمندر کے نیچے ایک پہاڑ کے دامن میں ٹھیرا ہوا تھا، کپتان نیمو مجھے لے کر پہاڑ کی چوٹی تک گیا۔ پہاڑ کی چوٹی تک چڑھنے میں ہمیں کوئی

دو گھنٹے لگے۔ اگرچہ ہم خاصے تھک چکے تھے پھر بھی نت نئی معلومات حاصل کرنے کا شوق میرے اندر ہمت پیدا کر رہا تھا۔

"یا اللہ!" میں اوپر چڑھ کے حیران رہ گیا۔ ہم نے پہاڑ کی چوٹی سے ایک بہت بڑا میدان دیکھا جس میں ایک آتش فشاں پہاڑ سے لاوا ابل رہا تھا۔ ابلتے ہوئے گرم سُرخ لاوے کی روشنی نے ایک پورے شہر کو روشن کر رکھا تھا۔ کپتان نیمو نے ایک نرم پتھر اُٹھایا اور اس سے کالے پتھر پر لکھا:

اٹلانٹس

اٹلانٹس جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ کبھی ایک عظیم تہذیب کا مرکز تھا اور جسے صدیوں پہلے ایک خوف ناک زلزلے نے سمندر میں غرق کر دیا، میرے سامنے تھا۔ میں کھڑا اس تباہ شدہ شہر کے کھنڈرات دیکھ رہا تھا۔

"میرے اللہ! کپتان مجھے کیا کیا حیرت انگیز چیزیں دکھائے گا!"

میرا خیال تھا کہ ناٹیلس اب جنوبی امریکا سے ہوتا ہوا پھر بحرالکاہل میں داخل ہو جائے گا، مگر اس کے بجائے وہ جنوب کی طرف بڑھتا گیا۔ وہ سطح سمندر پر رواں تھا۔ سمندر کا پانی ٹھنڈا ہوتا جا رہا تھا اور برف کے ٹکڑے پانی میں نظر آ رہے تھے۔ جوں جوں ہم جنوب کی طرف بڑھتے جاتے برف کے تودے بڑے ہوتے جاتے، یہاں تک کہ سمندر برف کے پہاڑوں کے درمیان دریا کی طرح ہو گیا۔

ناٹیلس بحرِ منجمد جنوبی میں داخل ہو چکا تھا اور سیدھا قطب جنوبی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ کپتان نیمو اسے پار کرنے کا ارادہ کر رہا ہے جو اب تک کسی نے نہ کیا تھا۔ پھر ایک دن کپتان نیمو نے اپنے اس خطرناک ارادے سے مجھے آگاہ کر دیا۔ سمندر کی سطح اب بالکل منجمد تھی اور اس پر جہاز کے بڑھنے کا کوئی امکان نہ تھا۔ مگر مجھے کپتان نیمو

نے بتایا کہ سمندر اوپر سطح پر تو منجمد ہے لیکن برف کی سطح کے نیچے بہ رہا ہے اور اس میں سے جہاز کا گزر جانا بالکل ممکن ہے۔ اسی سے ہم قطب جنوبی تک جا سکیں گے۔

ہم نے اپنی ٹنکیوں میں جتنی ممکن تھی ہوا بھر لی، اس لیے کہ اب نہ معلوم نائیلس کو کتنے دن تک سطح سمندر کے نیچے سفر کرنا پڑے۔

۱۸ مارچ کو صبح چار بجے جہاز نے غوطہ لگایا اور تقریباً پچیس سو فیٹ کی گہرائی تک چلا گیا جہاں پانی برف سے محفوظ تھا۔ اب جہاز آسانی سے چلنے لگا۔

اگلی صبح جہاز برف کے تودوں کے نیچے سے گزر چکا تھا۔ میں تازہ ہوا کھانے اوپر چلا گیا۔ اب ہمارے سامنے کھلا سمندر تھا۔ کپتان نیمو بھی میرے ساتھ تھا۔ اس نے برف کے ایک پہاڑ کی طرف اشارہ کیا۔ "وہ ہے قطب جنوبی۔" اب مسئلہ یہ تھا کہ یہ کیسے پتا چلے کہ ہم ٹھیک قطب جنوبی کے اُوپر پہنچ گئے ہیں۔ اس کا اندازہ سورج ہی سے لگ سکتا تھا۔ قطب جنوبی پر سورج چھے مہینے تک مسلسل نکلا رہتا ہے۔ اس کے بعد چھے مہینے کے لیے غائب ہو جاتا ہے، یعنی چھے مہینے کا دن اور چھے مہینے کی رات۔ چھے مہینے کی رات سردیوں کے پہلے دن سے اور چھے مہینے کا دن بہار کے پہلے دن سے شروع ہوتا ہے۔ اگلے دن ۲۱ مارچ تھی۔ یعنی کرۂ جنوبی میں خزاں کی آمد۔ اب چھے ماہ کی لمبی رات شروع ہونے والی تھی۔ ۲۱ مارچ کی صبح صاف اور روشن تھی۔ کپتان مجھے لے کر پہاڑ پر گیا تاکہ وہاں سے وہ حساب لگا سکے کہ ہم واقعی قطب جنوبی پر ہیں۔ ہم دو گھنٹے تک اس پہاڑ کی چوٹی پر رہے۔ اب بارہ بجنے والے تھے۔ کپتان نیمو نے دُوربین نکالی اور سورج کو غروب ہوتے دیکھنے لگا۔ میری نظریں گھڑی پر تھیں۔ میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ ٹھیک بارہ بجے سورج غروب ہو گیا۔ ہم قطب جنوبی پر تھے!

کپتان نیمو نے ایک کالے رنگ کا جھنڈا نکالا جس پر بہت بڑا "این" لکھا ہوا تھا۔ وہ اس نے چوٹی پر نصب کر دیا اور اعلان کیا:

"آج ۲۱ مارچ ۱۸۶۸ء کو کپتان نیمو نے قطب جنوبی پر اپنا حق قائم کر دیا ہے۔"

اگلی صبح ہمارا جہاز واپسی کے لیے تیار تھا۔ ہمیں بہت تیزی سے سفر کرنا تھا۔ یہ سمندر بھی اب جلد ہی جمنے والا تھا اور اس کے جم جانے سے پہلے پہلے ہمارے جہاز کو یہاں سے

نکل جانا تھا۔

میں بہت تھکا ہوا تھا اس لیے رات کو جلد ہی سو گیا۔ آدھی رات کے قریب ایک زوردار جھٹکا لگا اور میں اپنے بستر سے فرش پر گر پڑا۔ جہاز رُک چکا تھا اور ایک طرف کو جُھکا ہوا تھا۔

میں جلدی سے باہر نکلا۔ نیڈ اور کونسیل بھی بڑے کمرے میں آچکے تھے۔ نیڈ نے مجھے دیکھتے ہی کہا، "ہم برف کے تودے سے ٹکرا گئے ہیں۔ بس اب خاتمہ ہے!"

کپتان نیمو نے یہ سن کر کہا "گھبراؤ نہیں۔ برف کا تودا ہمارے جہاز سے ٹکرایا ضرور ہے لیکن ہم ایک ہزار فیٹ کی گہرائی میں سفر کر رہے ہیں۔ جہاز اس تودے کے ایک طرف گرا ہے۔ ہم جلد ہی اس صورت حال پر قابو پا لیں گے۔ البتہ ہمیں اپنے پانی اور ہوا کے ٹینک خالی کرنے ہوں گے۔"

کپتان نے ٹھیک کہا تھا۔ دس منٹ بعد جہاز دوبارہ تیرنے لگا۔

"شکر ہے، ہم بال بال بچ گئے۔" کونسیل نے کہا۔

ہاں اگر ہم واقعی یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تو۔" نیڈ نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر میں دیواریں سرک گئیں۔ میں نے اس وقت جو منظر دیکھا وہ ناقابلِ بیان ہے۔ ڈر کے مارے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ مگر میں نے اتنا خوب صورت منظر زندگی میں کبھی نہ دیکھا تھا۔ ناٹیلس برف کی ایک سرنگ سے گزر رہا تھا۔ روشنی اس قدر تیز تھی کہ اللہ کی پناہ! برف کی دیواریں ہیرے کی طرح چمک رہی تھیں۔ ناٹیلس بہت تیزی سے جا رہا تھا سفید چمکیلی روشنی میں اس کا سفر جاری تھا!

تھوڑی دیر میں ایک اور زور کا جھٹکا لگا۔ ہماری برف کی سرنگ بند ہو چکی تھی اور جہاز برف کی سخت دیوار سے ٹکرا گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے جہاز پیچھے کو ہٹا مگر اتنی دیر میں پچھلا حصّہ بھی منجمد ہو چکا تھا۔ ہم بیچ میں پھنس گئے تھے!

لیکن کپتان اب بھی پُرسکون تھا۔ اس نے برف کی تمام دیواریں دیکھیں پھر کہا، "نیچے کی دیوار سب سے پتلی ہے۔ ہمیں اس دیوار کو کھودنا ہوگا۔"

تمام عملے نے غوطہ خوری کے لباس پہن لیے اور برف کی دیوار توڑنے میں لگ گئے۔

پورا دن دیوار توڑنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ اس طرح کام نہیں چلے گا۔ جتنی دیوار ہم کھودتے وہ دوبارہ پھر منجمد ہو جاتی۔

اب کپتان نیمو نے ایک ترکیب سوچی۔ جہاز پر پانی کی بڑی بڑی مشینیں تھیں جو سمندر کے کھاری پانی کو پینے کے لیے میٹھے پانی میں بدلتی تھیں۔ نیمو نے ان مشینوں میں پانی بھرنے کا حکم دیا۔ پھر اس پانی کو بجلی سے گرم کیا گیا۔ تھوڑی دیر میں پانی اُبلنے لگا۔ اب ہم نے ٹھنڈا پانی اندر کھینچنا شروع کیا اور کھولتا ہوا پانی باہر پھینکا۔ تھوڑی دیر میں پانی گرم ہونے لگا اور جم نہیں پا رہا تھا۔ اس طرح ہم نے نئے سرے سے برف کی دیوار کھودنی شروع کر دی۔ یہ کام بڑا تھکا دینے والا تھا۔ پھر جب چند فیٹ برف باقی رہ گئی تو اسے توڑنے کے لیے ناٹیلس کو استعمال کیا گیا۔ عملے کے تمام لوگ اب اوپر جہاز پر چلے گئے۔

کپتان نے ناٹیلس کو سیدھا اس جگہ غوطہ دیا جہاں سے ہم نے برف کی دیوار توڑی تھی۔ ایک زور کی آواز ہوئی اور برف کی دیوار ٹوٹ گئی۔

مگر اب بھی ہم خطرے سے پوری طرح آزاد نہ ہوئے تھے، اس لیے کہ ناٹیلس پر ہوا تقریباً ختم تھی اور ہم اب بھی برف کے تودوں کے نیچے تھے۔

مجھے لگتا تھا جیسے میں بے ہوش ہونے والا ہوں۔ ہوا کی کمی سبھی کو محسوس ہو رہی تھی۔ اچانک جہاز اوپر اُٹھنا شروع ہوا۔ پھر ایک زوردار دھکا لگا۔ شاید اوپر کی برف ٹوٹی۔ پھر ایک اور دھکا۔ پھر برف ٹوٹنے کی آوازیں آئیں اور ایک اور زوردار جھٹکے سے ہم اُوپر آ گئے۔ تازہ ہوا جہاز کو مل گئی۔ ہم برف کی قید سے آزاد ہو چکے تھے۔

۶

۲۱ مارچ کو ہم جنوبی امریکا کے قریب پہنچ چکے تھے۔ ۱۱ اپریل کو دریائے ایمزن کے پاس پہنچے۔ ناٹلیس یہاں دو روز تک ٹھیرا رہا۔ یہاں سے جہاز میں کھانے پینے کا سامان اور مچھلیاں ذخیرہ کی گئیں۔

نیڈ، میں اور کونسیل دو دن تک عرشے پر ہی رہے اور جتنی دیر ممکن ہو سکا دھوپ سینکتے رہے۔

۲۰ اپریل کو ہم "بہاماس" کے قریب آگئے تھے۔ مگر ہمارا جہاز سمندر کے نیچے ہی سفر کرتا رہا۔ سمندر کے نیچے کیا حیرت انگیز زندگی تھی۔ میں شیشے کی دیواروں سے سمندر کا مشاہدہ کرتا رہتا۔ اس سمندر کی مچھلیاں دنیا کی سب سے خوب صورت مچھلیاں ہیں۔ ان کے گہرے شوخ چمکیلے رنگ جواہروں کی طرح چمکتے ہیں۔ لمبی لمبی سمندری گھاس، یہ بڑے بڑے پتے، غرض کہ سمندر کے نیچے ایک نئی دنیا آباد تھی۔

"دیکھو! ان پودوں کو۔" میں نے کونسیل سے کہا۔ "کس قدر بڑے بڑے پتے ہیں، کسی بہت بڑے سمندری جانور کا سلاد!"

"میں تو اب کسی سمندری جانور پر یقین نہیں کرتا۔ وہ تمھارا سمندری گھوڑا، ایک آب دوز نکلا۔" نیڈ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مگر یہ حقیقت ہے کہ سمندر میں بڑے بڑے جانور ہیں۔ مثال کے طور پر "دیوقامت اسکوڈ"۔" میں نے کہا۔

"دیوقامت اسکوڈ۔" نیڈ نے قہقہہ لگایا۔ "یہ بلا کس شکل کی ہے؟"

"اچھا۔ تم نے اس کے بارے میں کبھی نہیں سنا۔" میں نے کہا۔ "یہ پچیس فیٹ لمبا ہوتا ہے اور اس کے آٹھ بازو ہوتے ہیں، بالکل سانپ کی طرح کے۔ اور اس کی آنکھیں سر کے پچھلی طرف ہوتی ہیں اور اس کا منھ توتے کی چونچ جیسا ہوتا ہے۔"

میں ابھی یہ تفصیل بتا کر دیوار کی طرف مڑا ہی تھا کہ خوف سے چیخ پڑا۔ ایک بہت بڑا اسکوڈ ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے چھے بازو مجھے نظر آرہے تھے۔ یہ شیشے کی دیوار کے بالکل قریب تھا۔ یہ تقریباً پچیس فیٹ لمبا تھا۔ وہ اپنے بازو اِدھر اُدھر ہلا رہا تھا۔ اس کا وزن پچاس ہزار پونڈ سے کم نہ ہو گا۔ اسکوڈ خاصا غصّے میں لگ رہا تھا۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ یہ اس قدر غصّے میں کیوں ہے کہ کپتان نیمو نے آکر بتایا "ہمارے جہاز کے پنکھوں میں ایک اسکوڈ پھنس گیا ہے اور اس پر ہماری گولیوں کا بھی اثر نہیں ہو رہا۔ اس کی جلد اس قدر نرم ہے کہ گولیاں اس کے پار نکل جاتی ہیں۔ اب ہمیں اس کو

کاٹنا پڑے گا۔"

"چلو۔" نیڈ نے فوراً اپنا ہارپون سنبھالا۔ "میں ابھی اس کا قصہ تمام کر دیتا ہوں۔"

جہاز سطحِ سمندر پر آگیا۔ عملے کے لوگ کلہاڑیاں اور ہارپون لے کر نکلے۔ ایک آدمی نے آگے بڑھ کے اوپر کا دروازہ کھولا۔ اسکوڈ کے ایک بازو نے زینے کے اندر داخل ہو کر اسے لپیٹ کر کھینچ لیا۔ کیپٹن نیمو نے اس بازو کو اپنی کلہاڑی سے کاٹ ڈالا۔ دوسرا بازو ہوا میں لہرایا اور اس نے عملے کے ایک اور آدمی کو کمر سے پکڑ لیا۔

"بچاؤ! بچاؤ!" وہ چیخا۔ مگر اتنی دیر میں اسکوڈ اسے سمندر میں کھینچ چکا تھا۔ ہم نے چاروں طرف سے اسکوڈ پر حملہ کر دیا اور ذرا سی دیر میں اس کے سات بازو کٹ چکے تھے۔ آٹھواں بازو اس بری طرح سے اس بے چارے آدمی کو لپیٹے ہوئے تھا کہ اس کو کاٹنا بھی مشکل تھا۔

آخر کار ہم نے اسکوڈ کو مار ڈالا۔ لیکن ہمارا ایک ملاّح جان سے گیا۔ کپتان نیمو خاصی دیر تک اس کے غم میں عرشے پر کھڑا رہا۔ آنسو اس کی آنکھوں سے بہتے رہے۔ اب میں نیڈ کے اس خیال سے پوری طرح متفق تھا کہ ہمیں بھاگ نکلنا چاہیے۔

یکم مئی کو ہم "بہاماس" پہنچ گئے۔ یہاں سے ہم گلف میں داخل ہوئے۔ یہ ایک گرم پانی کی رَو ہے جو بحرِ اوقیانوس کے گرد دریا کی طرح بہتی ہوئی شمالی امریکا کے ساحل سے یورپ کو جاتی ہے۔

ہمیں اس جگہ جہاز سے بھاگ نکلنے کی پوری امید تھی۔ جہاز اب نیو یارک کے قریب تھا۔ مگر بدقسمتی سے ایک زبردست طوفان کی وجہ سے ہم ساحل سے دُور رہے۔ اس کے بعد ہمیں ایک اور طوفان کا سامنا کرنا پڑا جس کی وجہ سے جہاز کینیڈا نہ جا سکا۔

۲۵ مئی کو ہم آدھا بحرِ اوقیانوس پار کر چکے تھے۔ اٹھائیس تاریخ کو ہمارا جہاز آئرلینڈ سے صرف سو میل کے فاصلے پر تھا۔ پہلی جون کو ہم لندن کے جنوب مغرب میں تھے۔ سمندر پُرسکون تھا اور آسمان صاف۔ کپتان نیمو عرشے پر آیا۔ آٹھ میل کے فاصلے پر ایک اور جہاز تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ ہماری طرف ہی آ رہا ہے۔ کپتان نیمو

نیچے گیا اور دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔ چند منٹ بعد جہاز نے غوطہ لگایا۔ اب ہم سمندر کے نیچے سفر کر رہے تھے۔ گھنٹوں بعد ہم پھر اوپر آئے۔ نیڈ اور کونسیل میرے ساتھ عرشے پر آئے۔ ہم نے اسی جہاز کو پھر قریب آتے دیکھا۔

"جہاز قریب آ رہا ہے۔" نیڈ نے کہا۔ "ہمیں اس تک تیر کے جانے کا اچھا موقع ہے۔"

اُسی وقت ایک گولا ہمارے جہاز کے قریب آ کر گرا۔ "اللہ کی پناہ! یہ تو جنگی جہاز ہے اور ہم پر حملہ کر رہا ہے۔"

"یقیناً یہ "ابراہام لنکن" ہے۔ کپتان فراگٹ کو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ آب دوز جہاز ہے، اسی لیے وہ اس پر حملہ آور ہوا ہے۔ مگر اب کیا کیا جائے! میں کپتان فراگٹ کو اشارہ کرتا ہوں۔" نیڈ نے کہا۔ اور اس نے اپنا رومال لہرایا۔ اسی وقت کسی نے اس کے سر پر لوہے کی ایک سلاخ ماری اور وہ گر پڑا۔

یہ کپتان نیمو تھا۔ وہ اس جہاز کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا تھا اور اس کا رنگ سفید پڑ گیا تھا۔ اس نے اپنا سارا غصہ مجھ پر اُتارا۔

"تم اپنے ساتھیوں کو لے کر نیچے جاؤ۔" وہ چیخا۔

"تم اس جہاز پر حملہ نہیں کرو گے!" میں نے کہا۔

نیمو نے غصے سے دانت پیستے ہوئے جواب دیا، "میں اس جہاز کو غرق کر دوں گا۔ چلو نیچے جاؤ اور اب ایک لفظ بھی منھ سے نہ نکالنا۔"

اس رات میں ایک لمحے کے لیے بھی نہ سو سکا۔ ۲ر جون ایک بہت بُرا دِن تھا۔ ہر طرف سے گولیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ معلوم نہیں ناٹیلس پر کس نے حملہ کیا تھا۔ پھر میں نے جہاز کے دروازوں کے بند ہونے کی آوازیں سنیں اور جہاز نے غوطہ لگایا۔ پھر ناٹیلس اوپر آیا اور اس نے جہاز پر حملہ کر دیا۔ اب ناٹیلس پوری رفتار سے آگے بڑھ رہا تھا۔ میرا دل ڈوبنے لگا۔ مجھے معلوم تھا کہ اب نیمو کیا کرے گا۔ وہ ناٹیلس کو پوری طاقت سے جنگی جہاز سے ٹکرائے گا اور اسے ڈبو دے گا۔ اور اس نے وہی کیا!

نیمو نے شیشے کی دیواروں سے دیکھا، جہاز ڈوب رہا تھا۔ ڈوبتے جہاز کا عملہ جہاز کے عرشے پر دیوانوں کی طرح بھاگ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ جہاز اور اس کے عملے کو سمندر نے نگل لیا۔

کپتان نیمو مڑا اور بڑے کمرے کی طرف آیا۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے بڑے کمرے کی طرف بڑھا۔ ایک دیوار پر ایک عورت کے ساتھ دو بچوں کی تصویر ٹنگی ہوئی تھی۔ میں نے یہ تصویر اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی۔ کپتان اس تصویر کے آگے چند منٹ تک کھڑا رہا۔ پھر دو زانو بیٹھ گیا اور دیر تک روتا رہا۔

اس دن سے میں نے صرف اور صرف فرار کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ اب میں کپتان نیمو سے خوف زدہ تھا۔ میں اس کی نفرت سے خوف زدہ تھا اس کے ساتھ ماضی میں کون ایسا غم ناک واقعہ ہوا تھا جس نے اسے ایسا بنا دیا! وہ کس عورت کی تصویر تھی؟ یقیناً وہ اس عورت سے محبت کرتا ہے۔ یقیناً اس عورت کا تعلق اس جہاز سے تھا جسے اس نے ڈبو دیا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ سمندر میں ڈوب کر مر گئی ہو اور نیمو نے انتقام کے جذبے میں یہ جہاز ڈبویا ہو۔ وہ ڈوبتے ہوئے لوگ میرے ذہن سے نہ نکلتے تھے۔ میں رات کو سو نہ سکا تھا۔

ناٹیلس اب سمندر میں اِدھر اُدھر گھوم رہا تھا۔ میں نے کئی روز سے نیمو کو نہیں دیکھا تھا۔ نہ کسی نے آ کر ہمیں یہ بتایا کہ جہاز کس سمت جا رہا ہے۔ یہ صورت حال دو

ہفتے تک جاری رہی۔

ایک دن صبح سویرے نیڈ میرے پاس آیا اور کہنے لگا، "آج رات ہم فرار ہو جائیں گے۔ میں نے رات کو زمین دیکھی ہے۔ مجھے پتا نہیں یہ کون سا ملک ہے! بس ہمیں بھاگنا ہے۔ ہم رات کو دس بجے یہاں سے فرار ہو جائیں گے۔"

ناٹیلس پر ایک طویل دن ابھی اور گزارنا تھا۔ میں نے اپنے نوٹس جمع کیے اور انھیں اپنے کپڑوں میں چھپا لیا۔ کپڑے بدل کر میں اپنے کمرے میں انتظار کرنے لگا۔

دس بجے سے کچھ پہلے میں نے پیانو کی آواز سنی۔ کپتان پیانو بجا رہا تھا اور مجھے اسی کمرے سے گزرنا تھا!

میں رینگتا ہوا بڑے کمرے سے نکلا۔ نیمو نے مجھے نہیں دیکھا۔ پھر میں گھٹنوں کے بل چلتا ہوا قالین پر سے گزرا۔ جیسے ہی میں لائبریری کے دروازے پر پہنچا، نیمو کھڑا ہو گیا اور میری طرف آنے لگا۔ اب بھی اس نے مجھے نہیں دیکھا تھا۔ وہ رو رہا تھا اور کچھ بڑبڑا بھی رہا تھا۔

"بہت ہو چکا!" وہ زور سے بولا۔ "بس بہت ہو چکا!"

میں تیزی سے باہر آگیا۔ چند ہی لمحوں میں نیڈ اور کونسیل بھی آگئے۔ ہم دونوں چھوٹی کشتی میں بیٹھ گئے اور نیڈ سوئچ کی طرف بڑھا کہ کشتی کو باہر کی طرف نکال سکے۔

اچانک ناٹیلس پر ہڑبونگ مچ گئی۔ کیا انھیں ہمارے فرار کی خبر ہو گئی؟ نہیں! عملے کے لوگ خوف سے چیخ رہے تھے۔ "بھنور!" "بھنور!" ناٹیلس بھنور میں پھنس گیا تھا۔ ایک خوف ناک چیخ ہمیں سنائی دی۔ ہم کارک کی طرح لہروں پر ڈول رہے تھے۔

"کشتی پکڑے رہو۔ ہم جہاز کے ساتھ زیادہ محفوظ ہیں۔" اسی وقت ایک زور کا دھماکا ہوا اور ہماری کشتی جہاز سے نکل کر اوپر اچھلی۔ میرا سر کشتی سے ٹکرایا اور میں بے ہوش ہو گیا۔

نہ معلوم ہم بھنور سے کیسے نکلے! مجھے جب ہوش آیا تو میں ایک مچھیرے کی جھونپڑی میں لیٹا ہوا تھا۔ نیڈ اور کونسیل بھی میرے پاس تھے۔ ہم ناروے کے ساحلی علاقے میں ایک جزیرے پر تھے۔

اب ہم یہاں دو ہفتے تک رہیں گے۔ دو ہفتے بعد اسٹیمر آئے گا اس سے ہم فرانس جائیں گے۔ میں یہاں اپنے کچھ اور نوٹس مکمل کروں گا۔ کس قدر زبردست کتاب ہو گی جو میں اس سفر

کے بعد لکھوں گا۔

ناٹیلس کا کیا بنا؟ کیا وہ بھنور سے بچ نکلا؟ کیا کپتان نیمو اب بھی زندہ ہے؟ میرے پاس ان سوالوں کا جواب نہیں۔ اللہ کرے نیمو زندہ ہو اور اسے سکون مل گیا ہو۔ اللہ کرے وہ اب بھی سمندر کے نیچے سفر کر رہا ہو، مگر اس کا مقصد جنگ نہ ہو بلکہ سائنسی تحقیقات ہو۔